صومالیہ

مولانا محمد انیس رشید

''عالم ناتمام'' کے تحت اسلامی ممالک میں سے کسی ایک ملک کا تعارف پیش کیا جاتا ہے جس میں اس کے ماضی، حال اور مستقبل پر روشنی ڈالی جاتی ہے۔ اس بار ''صومالیہ'' کا تعارف ہدیۂ ناظرین ہے۔ (ادارہ)

صومالیہ کے لفظی معنی ہیں ''دودھ کا پیالہ'' شمال مشرقی افریقہ میں واقع اس ملک کے شمال میں خلیج عدن، مشرق میں بحر ہند، مغرب میں کینیا اور ایتھوپیا اور شمال مغرب میں جبوتی واقع ہیں۔ صومالیہ مشرقی افریقہ کی نوک پر اس جگہ واقع ہے جسے قرن افریقہ (افریقہ کا سینگ) کہتے ہیں، صومالیہ کی شمال سے جنوب تک کی لمبائی ۱۵۲۹ کلومیٹر اور مشرق سے مغرب تک کی چوڑائی ۱۱۷۵ کلومیٹر ہے۔ قدرتی طور پر صومالیہ تین خطوں میں منقسم ہے۔ (۱) جوبان ساحل کے ریتلے پشتوں پر مشتمل ہے۔ (۲) اوگو پہاڑی علاقہ ہے۔ (۳) توگ وہ وادی ہے جو پہاڑوں اور سطح مرتفع کے درمیان ہے، یہ ایک زرخیز خطہ ہے جہاں تمام ندی نالے آ کر گرتے ہیں۔ صومالیہ کا رقبہ ۶۳۷۳۵۷ کلومیٹر، اس کی آبادی ایک کروڑ سے زائد اور دارالحکومت کا نام موغادیشو ہے۔ ہرگیشا، کسمایو، مرکہ، بربرا، براوا، بوراما، اوبیا، علولا، باردیرا، لاس انود، گاردو اور زیلا یہاں کے بڑے شہر ہیں۔ یہاں عربی اور سواحلی زبانیں بولی جاتی ہیں۔ یہاں کی ننانوے فیصد آبادی مسلمان ہے۔ صومالیہ کی یوم آزادی ۲۶ جون ۱۹۶۰ء ہے۔ جب کہ اسے ۲۰ ستمبر ۱۹۶۰ء کو اقوام متحدہ کی رکنیت ملی۔

یہاں کا موسم گرم مرطوب اور خشک ہے۔ جولائی تا اکتوبر بارشیں ہوتی ہیں۔ یہاں کی اہم زرعی پیداوار میں لوبان، کیلا، کپاس، گنا، سورگم، مکئی، گوند، جو، جوار، تیل والے بیج، چاول اور مونگ پھلی شامل ہیں۔ فوڈ پراسیسنگ، چمڑے کی مصنوعات، سیمنٹ، ٹیکسٹائل، شوگر مل، جوتے وغیرہ یہاں کی اہم مصنوعات ہیں۔ جب کہ خام لوہا، پٹرول، جپسم، یورنیم، ٹن، باکسائیٹ، ٹیٹانیم، نمک اور کوئلہ اہم معدنیات میں شامل ہیں۔ صومالیہ میں چار بڑی قدرتی بندرگاہیں موجود ہیں۔

صومالی قوم کے اسلاف عرب کے قبیلۂ قریش سے ملتے ہیں، عرب کے قبائل نے ساتویں صدی عیسوی میں عرب سے ہجرت کی اور خلیج عدن کے ساحل کے ساتھ آباد ہوگئے۔ ان عربوں نے آگے چل کر سلطنت عادل کی بنیاد

رکھی۔ عرب تاجروں نے خلیج عدن اور بحر ہند کے ساحلوں پر اپنے تجارتی اڈے اور مرکز قائم کیے، دسویں صدی عیسوی میں عرب اور ایرانی تاجر یہاں آئے، انھوں نے بڑے شہروں میں تجارتی منڈیاں قائم کیں، اسی صدی میں صومالی لوگوں نے ملک کے شمالی حصہ پر قبضہ کرلیا اور جلد ہی انھوں نے عربوں کی تبلیغ سے اسلام قبول کرلیا چنانچہ موغادیشو میں اسلامی حکومت قائم ہوگئی۔ اس وقت سے صومالیہ میں اسلامی حکومت قائم رہی، اگرچہ اس دوران وہاں کئی انقلابات آئے تاہم حکومت کی باگ ڈور مسلمانوں کے پاس ہی رہی، مسلمان کمزور ہوئے تو مغربی ممالک نے انیسویں صدی عیسوی میں اس علاقے پر طالع آزمائی شروع کی، کبھی برطانیہ نے اس پر قبضہ کیا، کبھی اٹلی نے اس پر اپنا قبضہ مستحکم کیا اور کبھی برطانیہ اور اٹلی دونوں نے ملی بھگت سے صومالیہ کو آپس میں بانٹ لیا اور کچھ حصے پر فرانس نے قبضہ جمالیا، تاہم مغربی طالع آزماؤں کو وہاں کے باشندوں نے کبھی قبول نہ کیا۔ چنانچہ وہاں کے عوام ہمیشہ اس قبضہ کو ختم کرنے کی کوشش میں رہے حتی کہ ۲۶ جون ۱۹۶۰ء کو صومالیہ آزاد ہوگیا۔

مگر آزادی سے اہل صومالیہ کی قومی اتحاد کی امیدیں منتشر ہوگئیں، سامراجی قوتوں کی قائم کردہ حدبندیوں کی وجہ سے صومالیہ کا کچھ حصہ ایتھوپیا میں چلا گیا اور کچھ کینیا کا حصہ بنادیا گیا، فرانس نے اپنے زیر قبضہ علاقہ کو ۱۹۷۶ء میں آزادی دی مگر اسے صومالیہ کے حوالے کرنے کی بجائے وہاں جبوتی کی آزاد مملکت قائم کردی، اس سامراجی سازشوں سے صومالیہ کی دھرتی اور صومالی قوم ہی تقسیم نہیں ہوئی بلکہ ہر قبیلہ بھی تقسیم ہوگیا، کچھ ایک ملک میں رہ گیا کچھ دوسرے میں آگیا، صومالیہ کے تقسیم در تقسیم اور خانہ جنگی کی جملہ وجوہات میں سے ایک بڑا سبب یہ بھی ہے، اسے ختم کرنے اور صومالیہ کے تمام علاقوں کو ایتھوپیا، کینیا اور جبوتی سے آزاد کرا کر تمام صومالی قوم اور علاقوں کو ایک صومالیہ میں اکٹھا کرنے کے لیے صومالی قومیت کی تحریک آزادی کے ساتھ ہی شروع ہوگئی تھی، اس کے نتیجے میں طرح طرح کی تبدیلیاں رونما ہوئیں، مختلف دھڑوں کے درمیان حکومت پر قبضہ کرنے کے لیے لڑائیاں ہوئیں، عجیب بات یہ ہے کہ صومالیہ کے باشندے قومیت کی بنیاد پر تمام علاقوں کو آزاد کرا کر واحد مملکت میں اکٹھا کرنے چلے تھے، تاہم جو ملک آزاد ہوا تھا اور جو قبیلے ایک قوم کی صورت میں متحد ہوگئے تھے، انہیں بھی تباہ و برباد کر بیٹھے۔

یہ اکیس اکتوبر ۱۹۶۹ء کی بات ہے کہ موغادیشو کی گلیوں اور بازاروں میں لوگ خوشی سے ناچ رہے ہیں، نعرے لگا رہے ہیں ''سید بارے، ہم تمہارے ساتھ ہیں'' خون مانگو دیں گے، جان مانگو ملے گی، قوم تمہاری منتظر تھی، تو صومالیہ کا نجات دہندہ ہے'' ایک نوجوان نعرے لگاتا ہے ''سید بارے'' لوگ بیک زبان چلاتے ہیں ''عظیم ہے'' اور سارا شہر ''عظیم ہے عظیم ہے سید بارے عظیم ہے'' کے نعروں سے گونج اٹھتا ہے۔

اور یہ ستائیس جنوری ۱۹۹۱ء ہے۔ آج پھر موغادیشو کے لوگ گلیوں اور بازاروں میں خوشیاں مناتے پھر رہے ہیں اور نعرے لگا رہے ہیں ''بھاگ گیا بھاگ گیا قاتل سید بارے بھاگ گیا، ظالم آمر بھاگ گیا'' وہ ایک دوسرے کو

مبارک باد دیتے ہیں ''آزاد ہیں آزاد ہیں، آج ہم آزاد ہیں'' صومالی قوم کے المیہ کا ایک ورق اولین ہے اور دوسرا آخرین۔

صومالی قوم کے قتل کی کہانی ان دو تاریخوں کے درمیان کے اکیس برس تین ماہ پانچ دن پر محیط ہے وہ دن مہینے اور سال جن میں عظیم رہنما عظیم قاتل کے مرتبہ کو پہنچا اور اس کے لیے خون اور جانوں کے نذرانے دینے کا اعلان کرنے والے ان کے خون کے پیاسے ہو گئے۔

سید بارے نے قوم کو بدعنوان سیاستدانوں اور ان کی بنائی ہر چیز سے بھی نجات دلا دی تھی، آئین اور اسمبلی سب اس کے جوش انقلاب کی نذر ہو گئے تھے۔ سید بارے کا ہر حکم اور اشارہ آئین اور قانون کا درجہ اختیار کر گیا تھا، اس نے خواہشات اور تعصبات کی توپیں نصب کر کے بیس سال تک اس ملک اور قوم پر مسلسل گولا باری کی اور سب کچھ برباد کر کے مورچے سے نکلا یا نکالا گیا جس کے تحفظ کے نام پر وہ آیا تھا۔

صومالیہ کے حالات پر غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ اس ملک اور اس کے عوام کو بھوک، قحط، امراض اور خانہ جنگی کے اس مقام تک پہنچانے میں اس کے حکمرانوں کے علاوہ غیر سرکاری تنظیموں یعنی این جی اوز کا بھی بڑا ہاتھ ہے، اقوام متحدہ اور اس کے زیر انتظام چلنے والے اداروں کے علاوہ دنیا بھر کی حکومتیں، ابلاغ اور امداد کے ادارے دانشور اور صحافی، سیاستدان اور ان تنظیموں کی امدادی اور اصلاحی سرگرمیوں کے صرف ایک ہی پہلو کا ذکر کرتے ہیں اور وہ ہے انسانی ہمدردی کا پہلو، ان کے سیاسی تخریب کے پہلوؤں کا جائزہ نہیں لیا جاتا۔ اقوام متحدہ کی زیر کمان جس ملک میں بھی بیرون افواج اتریں، مشنری ادارے اور این جی اوز ان کے ہم رکاب رہے، جہاں کہیں بھی ان این جی اوز کو انسانی خدمت اور ہمدردی کی خدمات انجام دینے کی سعادت نصیب ہوئی وہاں سیاسی انتشار، عدم استحکام اور عیسائیوں کی تعداد میں اضافہ ہو گیا، اس پہلو سے تجزیہ کیا جائے تو اقوام متحدہ عیسائیت کے فروغ کا ایک نقاب پوش مشنری ادارہ معلوم ہوتا ہے جس کی پشت پر دنیائے مغرب یا عیسائی دنیا کی پوری قوت موجود ہوتی ہے۔

چنانچہ اقوام متحدہ کے سیکریٹری جنرل کے امریکی نمائندہ خصوصی برائے صومالیہ ایڈمرل ریٹائرڈ ہاؤ نہایت راسخ العقیدہ عیسائی تھا، ہر صبح میٹنگ کا آغاز ''مقدس دعا'' سے کیا کرتا تھا اور کہتا تھا کہ صومالیہ کے ہر مسلمان کے اندر ایک بہت اچھا عیسائی چھپا ہوا ہے اور وہ باہر نکل کر صلیب اٹھانے کے لیے بے تاب ہے، جب اسے کوئی بتاتا کہ کسی این جی او یا امدادی ادارہ کا کوئی مسلمان صومالی ملازم عیسائی ہو گیا ہے تو وہ خوشی سے پھولے نہیں سماتا اور اپنے سینے پر صلیب کا نشان بنا کر نئے عزم اور حوصلہ سے اہل صومالیہ کی خدمت کا مشن جاری رکھنے کی تلقین کیا کرتا تھا۔

صومالیہ میں این جی اوز اسّی کی دہائی میں داخل ہوئیں۔ سید بارے کی حکومت اس وقت کافی توانا تھی۔ سید بارے روس اور اس کے سوشلزم سے بدل ہو کر مغرب اور امریکا سے تعلقات استوار کرنے کی جدوجہد کر رہا

تھا۔روس کی طاقت اور عالمی سیاست ابھی عروج پر تھی،صومالیہ کو سوشلزم اور روس کے حلقہ اثر سے نکالنے کے لیے امریکا سیاست،سفارت،سازش اور تعاون کے ہر محاذ پر سرگرم تھا،صومالیہ میں اپنے پاؤں جمانا چاہتا تھا اور بربیرہ کی بندرگاہ اور ہوائی اڈہ استعمال کرنے کے حقوق حاصل کرنا چاہتا تھا،اپنے مخالف قبائل کے خلاف سید بارے کی فوجی کارروائیوں کی وجہ سے بہت سے کاشت پیشہ قبائل کو اپنی زرخیز زمینوں سے بھاگنا پڑا تھا،اس وجہ سے صومالیہ میں خوراک کی کمی محسوس کی جارہی تھی مگر وہ کمی اتنی نہیں تھی کہ اس پر حکومت اپنے وسائل سے قابو نہ پاسکتی۔امریکا اور یورپی ممالک کو اپنی گندم کی فاضل پیداوار ٹھکانے لگانے کا مسئلہ درپیش تھا،انھوں نے سید بارے کو قحط کے خوف میں مبتلا کرکے خوراک کی امداد قبول کرنے پر آمادہ کرلیا،دونوں فریق اپنے اپنے داؤ پر تھے،سید بارے اس امداد کے سہارے اپنی حکومت اور خوراک کی حالت بہتر بنانا چاہتا تھا،امریکا اسے اس جال میں پھنسا کر بربیرہ کی بندرگاہ اور ہوائی اڈہ اور کسمایو کی بندرگاہ کے استعمال کے حقوق حاصل کرنا چاہتا تھا اور ساتھ ہی اپنی فالتو گندم کے خریدار بنارہا تھا،اس گندم کی تقسیم کے لیے معینہ فارمولا کے تحت بہت سے این جی اوز صومالیہ میں داخل ہوئے۔امداد دینے والے،لینے والے اور تقسیم کرنے والے سب اپنے اپنے مفادات کے حصول کے لیے کام کرتے رہے،اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ حکومت نے اندرون ملک خوراک کی پیداوار بڑھانے اور کاشتکاروں کو ان کی زمینوں پر آباد کرنے کی طرف دھیان دینے کی ضرورت محسوس نہ کی بلکہ وہ اس امداد اور خوراک کی قلت کو بھی اپنے مخالفین کے خلاف ہتھیار کے طور پر استعمال کرتی رہی،خوراک اور امداد کی وجہ سے خوشحال اور مالدار طبقہ نے اپنے نئے مفادات کے تحفظ کے لیے جتھے بنالیے،جن لوگوں کو خوراک نہیں ملتی تھی،انھوں نے ان جتھوں کے ساتھ مل کر یا اپنے طور پر خوراک اور امداد چرانا اور لوٹنا شروع کردیا،اس طرح حکومت کے مخالفوں کے جتھے بھی منظم ہوگئے،بہت سے ایسے جتھے بھی بن گئے جن کا کسی کے ساتھ تعلق نہ تھا،جب بارے کی حکومت کے خلاف بغاوت شروع ہوئی تو خوراک اور امداد چھیننے اور چرانے کے واقعات میں بھی اضافہ ہوگیا،لیکن اس پر نہ اقوام متحدہ نے شور مچایا نہ امداد دینے والے کسی ادارہ نے اور نہ ہی خوراک اور امداد تقسیم کرنے والی کسی تنظیم نے،انھوں نے اس امداد کے زور پر ملک کے مختلف حصوں میں مختلف لارڈز جنھیں آگے چل کر وار لارڈز کہا گیا پیدا کردیے تھے،جن کے پاس دولت بھی تھی،اسلحہ بھی،اپنے اپنے مسلح دستے بھی اور اثر ورسوخ بھی،جن کی سرگرمیوں پر کوئی مضبوط مرکزی حکومت ہی قابو پاسکتی تھی،جب کہ صورتحال یہ تھی کہ سید بارے کی حکومت نے خود کو اتنا کمزور کرلیا تھا کہ یہ خود دوسروں کی محتاج ہوگئی تھی اور پھر سید بارے کے فرار کے بعد کوئی ایسی حکومت بن ہی نہ سکی تھی۔خانہ جنگی کے دوران یہ لارڈز لوٹ مار بھی کرتے رہے اور بارے کے خلاف لڑنے والوں کی حمایت یا مخالفت کرکے اپنے اثر ورسوخ اور اہمیت اور قوت میں اضافہ بھی کرتے رہے تھے۔اب ان پر ہاتھ ڈالنا کسی کے بس میں نہیں تھا۔

مغربی ممالک کی امداد، این جی اوز کی انسانی خدمت، بارے حکومت کی اقربا نوازی اور بدعنوانی، کسانوں کی بدحالی، خانہ جنگی اور لوٹ مار کرنے والوں کی طاقت نے مل جل کر وہ حالات پیدا کردیے جن کی تصاویر دکھا کر صدر بش (سینئر) نے انسانی ہمدردی کے نام پر صومالیہ میں فوجی مداخلت کا جواز پیش کیا۔ ایک طرف صومالیہ میں بھوک سے مرنے والے بچوں، عورتوں اور بوڑھوں کی تصاویر دکھائیں، دوسری طرف مغربی امدادی سرگرمیوں کی تشہیر کی اور تیسری طرف یہ پروپیگنڈہ کیا کہ صومالیہ میں لاکھوں انسان بھوک سے مر رہے ہیں اور ان کے رہنما ان کے دکھ درد سے بے نیاز ہوکر نہ صرف اپنے اقتدار کی جنگ میں مصروف ہیں بلکہ ہم انسان اور انسانیت دوستوں کو بھی ان مرنے والوں تک امداد نہیں پہنچانے دیتے، باتیں تینوں درست تھیں مگر اتنی زیادہ درست نہیں تھیں جتنی مغرب کے ذرائع ابلاغ دکھا اور بتا رہے تھے۔ انسانیت خاص طور پر مغرب کے ضمیر نے صومالیہ کے رخ کروٹ بدلتے وقت، اس تجزیہ کی ضرورت محسوس نہیں کی کہ صومالیہ کے لوگوں کو اس حالت تک پہنچانے میں کس کس کا کتنا حصہ ہے۔ صدر بش کے حکم اور اقوام متحدہ کے انتظام کے تحت بائیس ممالک کی فوجیں صومالیہ میں قیام امن کے نام پر ۱۹۹۲ء میں وہاں کے طول وعرض میں اتریں۔ امریکا کو صومالیہ کے فاقہ زدگان سے آخر اتنی شدید محبت کیوں ہونے لگی تھی جب کہ بوسنیا کی طرف سے اس نے آنکھیں بند کر رکھی تھیں۔ وہاں پر عیسائی سربوں نے لاکھوں بے گناہ مسلمانوں کو شہید کیا تھا، بیس لاکھ بوسنیائی باشندوں کو ان کے گھروں سے نکال دیا تھا مگر امریکا نے وہاں کوئی فوج نہیں بھیجی، بلکہ مسلمانوں کو اپنے دفاع کے لیے ہتھیار خریدنے کی اجازت بھی نہیں دی گئی تھی۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ وہاں عیسائی مسلمانوں کا خاتمہ کر رہے تھے، جب کہ صومالیہ کی ایک کلومیٹرز مین بھی ایسی نہیں تھی جس میں تیل کی تلاش کا امریکی کمپنیوں نے معاہدہ نہ کر رکھا ہو، صومالیہ کی دھرتی کے نیچے تیل کے وسیع ذخائر ہیں۔ امریکا ان ذخائر کو حاصل کرنا چاہتا تھا۔

صومالیہ جنگی نقطہ نظر سے افریقہ کے اہم ترین مقام پر واقع ہے۔ نہر سویز سے گزرنے والے جہازوں کو اس کے ساحلوں کے قریب سے ہوکر خلیج عدن اور بحر ہند میں داخل ہونا پڑتا ہے۔ مشرق وسطیٰ کے تیل پیدا کرنے والے ممالک میں اپنے حلیفوں اور مفادات کے تحفظ کے لیے امریکا صومالیہ کے بحری اور فضائی اڈوں کو استعمال کرنا چاہتا تھا۔ شمالی صومالیہ میں بندرگاہ بربیرہ کا ہوائی اڈہ افریقہ کا سب سے بڑا ہوائی اڈہ ہے۔ ۱۹۸۰ء کے ایک معاہدہ کے تحت امریکی بحریہ اور فضائیہ جب چاہے یہ بندرگاہ اور ہوائی اڈہ استعمال کرسکتی تھی اور مشرق وسطی میں اپنے حلیفوں کی مدد کو پہنچ سکتی تھی۔ اسی طرح جنوبی صومالیہ میں کسمایو کی بندرگاہ افریقہ میں امریکی مفادات کے تحفظ کے لیے بہت اہمیت رکھتی تھی۔ اس لیے صومالیہ میں کوئی مرکزی حکومت نہ ہونا امریکا کے عالمی اور تجارتی مفادات کے حق میں تھا۔ چھوٹی چھوٹی علاقائی حکومتوں کے ساتھ امریکا اور اس کی آئل کمپنیاں اپنی مرضی کی شرائط پر معاہدے کرسکتی تھیں۔

صومالیہ کی افریقہ کے اس حصہ میں سیاسی اور جغرافیائی اہمیت کی وجہ سے طویل مدت تک روس اور امریکا اسے اپنے حلقہ اثر میں لانے کی جدوجہد کرتے رہے۔ان تمام عوامل کے علاوہ دنیا میں یورینیم کے ذخائر کا دس فیصد صومالیہ میں ہے۔امریکا یورینیم کے ذخائر تک پہنچنے سے دیگر ممالک کو روکنا چاہتا تھا۔

امریکا اور اقوام متحدہ کے آپریشن صومالیہ میں ایک تاریخ بہت اہم ہے، پانچ جون ۱۹۹۳ء کو جنرل عدید کے زیر قبضہ موغادیشو میں تیئس پاکستانی جوان ہلاک اور چھپن زخمی ہوگئے تھے۔جن میں سے گیارہ عمر بھر کے لیے معذور ہوگئے،اس واقعہ نے بہت حادثات کو جنم دیا،اقوام متحدہ کی سیکورٹی کونسل اور امریکا نے پاکستانی جوانوں کے ''غم'' میں جنرل عدید کو مجرم قرار دے کر اس کی گرفتاری کی قیمت مقرر کردی۔موغادیشو کی درودیوار پر اس کی گرفتاری میں تعاون کرنے والوں کے لیے انعام کے اشتہارات چسپاں کردیے گئے۔اس گرفتاری کے لیے امریکا نے خصوصی دستے بھیجے،فضا سے زمین پر بکھرے تنکوں کی شناخت کرلینے والے ہیلی کاپٹر بھیجے،لیکن ساڑھے چار ماہ کی تمام زمینی اور فضائی کارروائیوں کے باوجود وہ جنرل عدید کا بال بھی بیکا نہ کرسکے۔وہ اسی شہر اور اسی حصہ موغادیشو میں موجود رہا۔اقوام متحدہ کے خلاف کارروائیوں کی قیادت کرتا رہا۔اجلاس کی صدارت کرتا رہا، پریس کانفرنسوں سے خطاب کرتا رہا،مگر ساری دنیا پر نیو ورلڈ آرڈر کے ذریعے حکمرانی کے خواب دیکھنے والے امریکا کو اس ''مجرم'' کے سامنے ہتھیار ڈالنا پڑے،اس سے دوستی اور تعاون کرکے اپنی افواج قاہرہ کی واپسی پر مجبور ہونا پڑا۔

تین اکتوبر ۱۹۹۳ء دن کے ساڑھے تین بجے موغادیشو کے اولمپک ہوٹل کے علاقہ میں امریکا والوں نے اپنے ایک سو رینجرز ہیلی کاپٹروں سے اتارے تھے جنھوں نے علاقہ کو گھیر لیا تاکہ باہر سے کوئی اس عمارت کی طرف نہ آسکے،ایک درجن بلیک ہاک ہیلی کاپٹروں سے رسوں کی مدد سے اتارے گئے ان رینجرز میں سے کچھ اس عمارت تک پہنچ گئے جس کے بارے میں امریکیوں کو یقین تھا کہ جنرل عدید اور اس کے ساتھی یہاں مشورہ کررہے ہیں۔ دیکھتے ہی دیکھتے اردگرد کی گلیوں، بازاروں، چھتوں اور کھڑکیوں سے رینجرز پر فائرنگ شروع ہوگئی، رینجرز کے ایک کمانڈر کے بقول شہد کی مکھیوں کی مانند ہر طرف سے صومالی نکل آئے، رینجرز اور ان کے کمانڈر زخمی ہو ہو کر گرنے لگے تو انھوں نے ایک عمارت پر قبضہ کرکے وہاں پوزیشنیں لے لیں۔اپنے رینجرز کی مدد کو آنے والے تین ہیلی کاپٹر صومالیوں کا شکار بنے۔جدید ترین اسلحہ سے جلد باز فورس نے جدید ترین گاڑیوں میں سوار ہوکر اس مکان کی طرف چڑھائی کی تو دوبارا سے پسپا ہونا پڑا۔آخر کار امریکیوں نے اقوام متحدہ سے تعاون کی اپیل کی جس کے نتیجے میں رات ساڑھے گیارہ بجے امدادی یا حملہ آور قافلہ وہاں سے روانہ ہوا۔کچھ ملائیشیا کی بکتر بند گاڑیوں میں سوار تھے جنھیں ملائیشیا کے بندے چلا رہے تھے،سب سے آگے پاکستان کے چار ٹینک اور دو بکتر بند گاڑیاں تھیں، پاکستانی فوج کے ٹینک گولہ باری کرتے راستہ صاف کرتے جارہے تھے،اس کے باوجود جنرل عدید کے گوریلہ دستوں کی طرف سے اتنی

زبردست مزاحمت ہورہی تھی کہ پاکستانی ٹینکوں کے کمانڈر کو خدشہ ہوا کہ کہیں ان کا سارا پٹرول راستہ میں ہی ختم نہ ہوجائے اور وہ زخمی کچھوے کے مانند شکاریوں کا نشانہ نہ بن جائیں۔ساڑھے چھ گھنٹے کی شدید لڑائی کے بعد امدادی دستے محصور امریکیوں تک پہنچنے میں کامیاب ہوئے۔جس وقت امریکی، پاکستانی اور ملائیشیا کے فوجی امریکی رینجرز کو عدید کے پنجے سے چھڑانے کی شدید جنگ لڑ رہے تھے،تو عدید کے ماننے والے ایک امریکی کے گلے میں رسی ڈال کر اس کی لاش موغادیشو کی گلیوں میں کھینچتے پھر رہے تھے۔اس دن چودہ امریکی رینجرز ہلاک ہوگئے تھے،باقی میں سے کوئی ایک بھی ایسا نہ تھا جو زخمی نہ ہو۔ان زخمی رینجرز میں سے ہرایک کی کوشش تھی کہ سب سے پہلے اسے گاڑی میں ڈالا جائے،اس کوشش میں وہ اپنے دیگر زخمی ساتھیوں کو ٹھڈے مار کر گراتے اور پیچھے ہٹاتے ہوئے بھی عار محسوس نہیں کرتے تھے۔ایک شدید زخمی کو گاڑی میں ڈالنے کے لیے اٹھایا جاتا تو پاس والا کہتا اسے چھوڑ دو مجھے اٹھاؤ۔

امریکی حکام،فوج اور عوام کو گمان تک نہ تھا کہ افلاس اور قحط زدہ صومالی جن کے گھروں پر چار ماہ سے ان کے ہیلی کاپٹر فضا سے بم برساتے رہے تھے،ان کی برتری اور جاہ وجلال کے گلے میں رسی ڈال کر موغادیشو کی گلیوں میں جوتے مارتے ہوئے اس انداز میں کھینچتے پھریں گے اور دنیا بھر کے لوگ اپنے اپنے گھروں میں ٹیلی ویژن کے سامنے بیٹھے دنیا کی اس واحد سپر پاور کی ذلت اور رسوائی کا نظارہ کرسکیں گے۔دوروز میں یہ ہلاکتیں اکتیس تک پہنچ گئیں،اگر صومالیوں کی یہ کارکردگی اسی رفتار سے جاری رہی تو کیا ہوگا؟امریکی صدر سے لے کر ارکان کانگریس تک سب پریشان اور خوفزدہ ہوگئے۔بالآخر صدر کلنٹن نے عدید کی گرفتار کا پروگرام ترک کرکے اس سے بات چیت کرنے اور اکتیس مارچ ۱۹۹۴ء تک سارے امریکی فوجی صومالیہ سے واپس بلا لینے کا یکطرفہ اعلان کیا تو سب امریکیوں نے سکھ کا سانس لیا اور پھر امریکی فوجی مقررہ تاریخ سے بھی پانچ روز پہلے چپکے سے صومالیہ سے واپس روانہ ہوگئے۔اخبار نویسوں کو پسپائی کا نظارہ کرنے کے لیے ایک روز جو وقت دیا تھا اسی وقت وہ پہنچے تو بتایا گیا کہ جانے والے تو کب کے جا بھی چکے،انھوں نے حیرانی سے اس جلد بازی اور فریب بازی کا سبب جاننا چاہا تو بتایا گیا کہ عدید کے گوریلوں کے حملہ کی دھمکیوں کی وجہ سے وہ کسی کو پسپائی کا درست وقت نہیں بتا سکتے تھے اور اپنے ہم وطن اخبار نویسوں پر بھی اعتماد نہیں کرسکتے تھے۔

تین اکتوبر ۱۹۹۳ء اور چھبیس مارچ ۱۹۹۴ء نئے عالمی کیلنڈر میں بڑے اہم موڑ ہیں۔تین اکتوبر اس لیے کہ اس روز محصور اور مجبور صومالیوں کے ایک چھوٹے سے گروہ نے نئے عالمی نظام والی سپر پاور کا بازو مروڑ کر اسے شکست ماننے پر مجبور کردیا اور چھبیس مارچ اس لیے کہ نئے عالمی نظام والی سپر پاور اپنے مستقبل کے عالمی عزائم کو موغادیشو کے قریب بحر ہند کے کنارے سرخ مٹی میں اپنے ہاتھوں دفن کرکے آنسو بہاتی منہ چھپاتی ''میدان فتح'' سے رخصت ہوئی۔☆☆